Fikr-o-Nasar (Islamabad) 14:10-11 (1977)

اقبال کا خطبۂ الٰہ آباد

محمد حنیف شاہد

علامہ اقبال نے عملی سیاست میں ۱۹۲۶ء میں حصہ لینا شروع کیا۔ جب آپ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے باقاعدہ رکن منتخب ہوئے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۲۷ء کو آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس زمانے میں آل انڈیا مسلم لیگ دو حصوں — ("جناح لیگ" اور "شفیع لیگ") میں بٹ گئی تھی۔ "جناح لیگ" کے قائد قائداعظم محمد علی جناح تھے جبکہ "شفیع لیگ" کی قیادت سر میاں محمد شفیع کر رہے تھے۔ علامہ اقبال "شفیع لیگ" سے متعلق تھے۔ اسی زمانے میں قائداعظم اور علامہ اقبال کے درمیان نظریاتی اختلافات پیدا ہوئے چنانچہ قائداعظم اور علامہ اقبال ایک دوسرے کے نظریات کی تردید کرتے رہے۔ سب سے پہلی اور قابلِ ذکر وجۂ اختلاف "جداگانہ انتخاب" تھی۔ قائداعظم اس تگ و دو میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں مفاہمت ہو جائے۔ چنانچہ وہ جداگانہ انتخاب کو اتحاد کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اس کے برعکس علامہ اقبال جداگانہ انتخاب کے زبردست حامی تھے اور اسے مسلمانوں کی ہستی کی بقا کے لئے ناگزیر تصور کرتے تھے۔

قائد اور اقبال کے درمیان دوسری وجۂ اختلاف "سائمن کمیشن" تھی۔ قائد سائمن کمیشن کو ہندوستان کی عزت پر ایک "ضرب کاری" قرار دیتے تھے جبکہ اقبال سائمن کمیشن سے تعاون کے حق میں تھے گو انہوں نے کمیشن میں کسی ہندوستانی کے شامل نہ کئے جانے کو ایک "بڑی غلطی" قرار دیا۔

"نہرو رپورٹ" نے تقریباً تمام ہندوؤں کو متحد و متفق کر دیا تھا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمان بھی ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ آل پارٹیز کانفرنس (۲۸ اگست ۱۹۲۸ء)

لکھنؤ کی سفارشات کے نتیجے کے طور پر آل پارٹیز مسلم کانفرنس (۲۹ دسمبر ۱۹۲۸ء تا یکم جنوری ۱۹۲۹ء) دہلی میں منعقد ہوئی جس میں مسلمانانِ ہند نے "ایک علیحدہ پولیٹیکل پروگرام" بنانے پر زور دیا۔ مارچ ۱۹۲۹ء میں قائد نے مسلم لیگ (جناح) کا اجلاس دہلی میں طلب فرمایا۔ اس اجلاس میں شریک ہونے کے لئے "شفیع لیگ" کا ایک نمائندہ وفد دہلی پہنچا تاکہ مفاہمت ہو سکے لیکن اس اجلاس میں نہرو رپورٹ کے حامی مسلمانوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے "چودہ نکات" پیش نہ کئے جا سکے لہٰذا قائد نے یہ اجلاس ملتوی کر دیا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قائد نے "ہندو مسلم مفاہمت" سے بالکل مایوس ہو کر مسلم لیگ کے مختلف الخیال گروہوں (جناح لیگ اور شفیع لیگ) کو متحد کرنے کی غرض سے یہ اجلاس طلب کیا تھا۔[1] ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو وائسرائے ہند لارڈ ارون نے ہندوستان کے آئینی مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی غرض سے لندن میں گول میز کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ پنجاب کے مسلم رہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں حقیقی نمائندے بھیجنے اور ہندو مسلم اختلافات ختم کرنے پر زور دیا۔ گول میز کانفرنس کے موقع پر مسلمانوں بالخصوص آل انڈیا مسلم لیگ (جناح لیگ اور شفیع لیگ) کا اتحاد ضروری تھا۔ اس سلسلے میں کئی ناکام کوششیں ہوئیں۔ اس ضمن میں مسلم پریس نے نمایاں کردار ادا کیا۔ بالآخر وہ دن (یعنی ۲۸ فروری ۱۹۳۰ء) طلوع ہوا جب دونوں لیگوں کا الحاق ہو گیا۔ اور قائد اور میاں محمد شفیع ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔[2] آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اس اجلاس میں لیگ کی دونوں شاخوں کے پچاس سے زیادہ حضرات شریک ہوئے جن میں اقبال بالخصوص شامل تھے۔ جب دونوں لیگوں میں دوبارہ اتحاد و اتفاق ہو گیا تو آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت علامہ اقبال کو سپرد کی گئی۔ اقبال اپنی گراں قدر خدمات کی وجہ سے ملتِ اسلامیہ میں حد درجہ محترم تھے۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ اجلاس پہلے اگست میں بمقام لکھنؤ میں منعقد ہونا قرار پایا اور اس کی صدارت کے سلسلے میں اقبال سے خط و کتابت ہوئی۔ آپ نے صدارت قبول فرما لی۔ اس ضمن میں روزنامہ انقلاب رقم طراز ہے:

۱۔ گفتارِ اقبال صفحہ ۹۵

۲۔ انقلاب ۵ مارچ ۱۹۳۰ء بعنوان

"وسط اگست میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جو اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہونے والا ہے۔ اس کی صدارت ڈاکٹر سر محمد اقبال مدظلہ العالی نے قبول فرمالی ہے۔ حضرت علامہ خطبۂ صدارت لکھنے میں مصروف ہیں۔" [1]

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس خاص کی صدارت کے فرائض علامہ اقبال کے سپرد کرنے اور صدر منتخب کرنے پر اظہار تشکر کے طور پر روزنامہ انقلاب نے اپنے اداریے میں رقم کیا:

"خدا کا شکر ہے کہ وقت کی نزاکت، ملت کی پیچیدہ ضروریات اور اجلاس کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے صدارت کے لئے بھی موزوں ترین شخصیت منتخب ہوئی ہے یعنی حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی جن سے بڑھ کر آج حقائق حیات ملت کا رمز شناس کوئی نہیں اور جن کی زندگی کا بیشتر حصہ نہ محض مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم کے مستقبل کو "لیظہرہ علی الدین کلہ" کا آئینہ بنانے میں صرف ہوا ہے ہم تحقیقی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علامہ اقبال اپنے خطبۂ صدارت میں کیا فرمائیں گے لیکن اس بات کا یقین ہے کہ وہ مسلمانوں کو حقیقی جماعتی زندگی کا راستہ اس طرح دکھائیں گے کہ ہر شخص کو اس راستے کے موصل الی المقصود ہونے کا خود بخود یقین ہو جائے گا۔ اور ان کے خطبۂ صدارت کی روشنی میں مسلمان اپنے لئے بہترین لائحہ عمل وضع کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔" [2]

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس خاص میں شمولیت کی دعوت دیتے ہوئے روزنامہ مذکور نے آگے چل کر لکھا:

"آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس وسط اگست میں بمقام لکھنؤ منعقد ہوگا۔ ترجمان حقیقت، لسان اسلام علامہ اقبال اس اجلاس کے صدر ہوں گے۔ یہ اجلاس نہایت اہم ہے۔ اس میں مسلمانوں کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ان کے تمام طبقات مطالبات

۱۔ انقلاب ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء صفحہ ۴۔
۲۔ انقلاب ۵ اگست ۱۹۳۰ء صفحہ ۴۔

قومی پرا زسرِ نو کامل اتفاق کا مظاہرہ کریں تاکہ ہندو اور انگریز دونوں کے سامنے متحدہ اسلامی محاذ پیش کیا جا سکے۔ خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ جوق درجوق اس جلسہ میں شریک ہو کر اسلامی مطالبات کی تصدیق و تائید کریں تاکہ مسلمان کے لئے اس ملک میں سربلندی کی زندگی بسر کرنے کا سامان ہو جائے۔[1]

جب اجلاس مسلم لیگ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر دفعتاً اُسے ملتوی کر دیا گیا۔ اس امر کی اطلاع دیتے ہوئے مولوی محمد یعقوب معتمد آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۲؍اگست کو مدیر انقلاب کو مندرجہ ذیل برقی پیغام بھیجا:

"صدر لیگ مسٹر ایم۔ اے جناح کی ہدایت اور عام ارکان کی خواہش کے مطابق مسلم لیگ کا اجلاس جو ۱۶؍۱۷؍اگست کو بمقام لکھنؤ منعقد ہونا قرار پایا تھا، تا اطلاع ثانی ملتوی کر دیا گیا ہے۔"

اسی طرح شمس الحسن صاحب کا ایک تار علامہ سر محمد اقبال کی خدمت میں موصول ہوا کہ

"مسٹر ایم۔ اے جناح نے لیگ کا آئندہ اجلاس لکھنؤ ملتوی کر دیا ہے۔"[2]

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس جو لکھنؤ میں منعقد ہونا قرار پایا تھا اور بوجوہ ملتوی ہو گیا تھا، حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر جب دوبارہ منعقد کرنے کا سوال پیدا ہوا تو بعض ارکان نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کا نام اجلاس مذکور کی صدارت کے لئے تجویز کیا اور کہا کہ یہ اجلاس لکھنؤ کی بجائے بنارس میں منعقد ہو۔ اس امر کی اطلاع دیتے ہوئے جناب شمس الحسن اسسٹنٹ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے یکم دسمبر ۱۹۳۰ء کو مُراد آباد سے مندرجہ ذیل برقی پیغام ارسال کیا:

"مولوی محمد یعقوب ایم۔ ایل۔ اے معتمد اعزازی آل انڈیا مسلم لیگ کی خدمت میں بنارس کی طرف سے ایک دعوت موصول ہوئی ہے کہ لیگ کا سالانہ اجلاس آئندہ کرسمس (بڑے دنوں) کے دَوران میں بمقام بنارس منعقد کیا جائے۔ کونسل کی منظوری

۱۔ روزنامہ انقلاب، ۷؍اگست ۱۹۳۰ء صفحہ ۳۔

۲۔ " انقلاب ۱۴؍اگست ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۔

ایک خاص اجلاس میں جو ۱۰ دسمبر کو لیگ کے دفتر واقع بلی ماراں، دہلی میں بوقت ۲ بجے دوپہر منعقد ہوگا، حاصل کی جائے گی۔ علامہ سر محمد اقبال کی صدارت میں بنارس کا اجلاس کامیاب ہونے کی توقع ہے۔" [1]

۳ دسمبر کی شام کو علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے دولت کدے پر آپ کی صدارت میں اپر انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا جس میں چھ قراردادیں منظور کی گئیں۔ پہلی تجویز آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس بنارس سے متعلق تھی:

"چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس علامہ سر محمد اقبال کی زیر صدارت آخیر دسمبر میں بمقام لکھنؤ منعقد ہونے والا ہے، اور چونکہ پنجاب، سندھ، صوبہ سرحد اور بلوچستان کے مسلمانوں کو اپر انڈیا مسلم کانفرنس کے مقاصد سے آگاہ کرنے کے لئے کافی وقت نہیں ہے لہٰذا کانفرنس دسمبر کی بجائے جنوری کے آخری ہفتہ میں لاہور میں منعقد کی جائے۔" [2]

آل انڈیا مسلم لیگ کا ملتوی شدہ اجلاس بنارس میں منعقد ہونا قرار پایا تھا لیکن مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ نے فیصلہ کیا کہ یہ اجلاس بنارس کی بجائے الہ آباد میں منعقد کیا جائے۔ اس ضمن میں مولوی محمد یعقوب صاحب ایم۔ ایل۔ اے۔ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک برقی پیغام کے ذریعے اطلاع دی کہ:

"مجلسِ عاملہ مسلم لیگ نے اجلاسِ دہلی میں فیصلہ کیا ہے کہ لیگ کا سالانہ اجلاس بڑے دنوں میں بنارس کی بجائے الہ آباد میں منعقد کیا جائے۔ حضرت علامہ اقبال اجلاس کی صدارت فرمائیں گے۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے انعقاد کی وجہ سے مسلم لیگ کا دفتر ۲۳ دسمبر کو دہلی سے الہ آباد منتقل کر دیا گیا۔ اور حسبِ ذیل پروگرام حضرت علامہ اقبال ۲۷ دسمبر کی شام کو لاہور سے عازم الہ آباد ہوئے۔ اس امر کی اطلاع دیتے ہوئے روزنامہ انقلاب نے لکھا:

"آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں ۲۹، ۳۰، ۳۱ دسمبر کو ہوگا،

۱۔ انقلاب، ۳ دسمبر ۱۹۳۰ء، صفحہ ۴۔

۲۔ انقلاب، ۷ دسمبر ۱۹۳۰ء، صفحہ ۴۔

حضرت علامہ اقبال صدر منتخب اجلاس ۲۷ دسمبر کی شام کو پنجاب میل میں لاہور سے روانہ ہوں گے اور ۲۸ دسمبر کو تین بجے بعد از دوپہر الہ آباد پہنچیں گے حضرت علامہ اقبال کے ساتھ لاہور اور پنجاب کے دوسرے شہروں کے متعدد اکابر اجلاس میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ ۲۹ دسمبر کو حضرت علامہ اقبال خطبہ صدارت ارشاد فرمائیں گے

پروگرام کے مطابق آل انڈیا مسلم لیگ کا اکیسواں سالانہ اجلاس الہ آباد علامہ اقبال کی صدارت میں ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوا۔ حسب ذیل ممتاز مندوبین جلسہ میں شریک تھے:[۲۱]

سیٹھ عبد اللہ ہارون (کراچی)، سیٹھ طیب جی (کراچی)، شیخ عبد المجید سندھی (حیدر آباد سندھ) نواب محمد اسماعیل خان (میرٹھ)، مولوی علاؤ الدین (میرٹھ)، مولانا اسمٰعیل صدیقی (پنجاب)، مولانا ابو الخیر (غازی پور)، خان بہادر برکت اللہ (غازی پور)، شاہ نظیر حسن (بہار)، مولوی عبد الکافی (کانپور)، مولوی عبد الصمد (بدایوں)، مولانا مظہر علی (لکھنؤ)، سید حسین امام (بہار)، مولوی عبد اللہ جان (بدایوں)، سید ذاکر علی (لکھنؤ)، سید حبیب شاہ (لاہور)، مولوی عبد القادر (لاہور)۔

جلسہ کی کارروائی قریباً گیارہ بجے شروع ہوئی۔ سید محمد حسین بیرسٹر ایٹ لاء چیئرمین استقبالیہ کمیٹی نے مندوبین کو خوش آمدید کہتے ہوئے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

اس کے بعد علامہ اقبال نے وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو خیالات کی وسعت و بلندی، لہجے کی صداقت، زبان کی دل فریبی، سیاسی مطالب کی فراوانی کے اعتبار سے بے نظیر دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"اس میں کلام نہیں کہ اس اجتماع عظیم میں ایسے اصحاب بھی ہیں جن کا سیاسی تجربہ مجھ سے زیادہ وسیع ہے اور جن کی معاملہ فہمی اور معاملہ شناسی کو میں نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔۔۔ میں کسی جماعت کا رہنما نہیں ہوں اور نہ ہی کسی رہبر کا مقلد۔ میں نے اپنی حیات مستعار کا بہترین حصہ اسلام کے محتاط مطالعہ پر

۲۱۔ تاریخ مسلم لیگ از مرزا اختر حسین (مطبوعہ مکتبہ لیگ بمبئی)، صفحہ ۳۸۲۔

صرف کیا ہے۔ اسلامی قانون، اسلامی آئین، اسلامی ثقافت اور اسلامی تاریخ اور اسلامی ادب کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ روحِ اسلامی کے ساتھ اس گہرے تعلق نے مجھے وہ نظر بخشی ہے کہ میں واقعات کی دنیا میں اسلام کی اہمیت کو سمجھ سکوں۔ میرا خیال ہے کہ مسلمان اسلامی اسپرٹ کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"[1]

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کا "اسلامی ہند" کی تشکیل کا مطالبہ کاملاً صحیح ہے۔ میری تمنا ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک سلطنت کے قیام کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حکومت خود اختیاری خواہ سلطنتِ برطانیہ کے اندر رہ کر ملے یا اس سے باہر، ہندی مسلمانوں کے لئے مذکورہ بالا "متحدہ سلطنت" کی تعمیر مسلمانوں کا مقصدِ اعلیٰ ہونا چاہیئے۔"[2]

---

۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو علامہ اقبال نے الٰہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطبہ دیا۔ دوسری جانب پہلی گول میز کانفرنس ناکام ہو گئی۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبۂ صدارت میں جو خیالات پیش کئے ان پر تعصبیت اور ہندو اخبارات نے تنقید کی۔

علامہ اقبال کے خطبۂ الٰہ آباد نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ انگلستان میں بھی بعض ہندوستانی حلقوں میں زبردست اضطراب پیدا کر دیا۔ اس اضطراب کا حال روزنامہ انقلاب کی زبانی سنیئے:

"مسلم لیگ میں علامہ سر محمد اقبال نے جو تقریر کی اس پر لندن میں مختلف خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ بے وقت اور بے محل ہے اور احتمال ہے

۱۔ تاریخ مسلم لیگ، صفحہ ۳۵۹
۲۔ تاریخ مسلم لیگ، صفحہ ۳۹۲

کہ اس سے فائدے کی بجائے نقصان ہو۔ بعض ہندو رہنماؤں کا خیال ہے کہ علامہ سر محمدؐ اقبال نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ ہندوستان کو محکم بنانے کی بجائے ایک "مسلم حکومت" قائم کر کے اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانا ہے۔ مسٹر جیکر نے جو حال ہی میں کرسمس کے بعد برِ اعظم سے واپس آئے ہیں کہا، خوشی کا مقام ہے کہ علامہ اقبال نے اس قدر صاف گوئی سے کام لیا، ان کی تقریر بے وقت ہوگی لیکن بہرحال حقیقت پر مبنی ہے، اُنہوں نے بلا خوف و خطر اس بات کو بیان کر دیا جو مجھے عرصے سے چودہ نکات کی تہہ میں محسوس ہو رہی تھی۔ اگرچہ اس خیال کو بڑی دانش مندی سے پوشیدہ رکھا گیا لیکن لندن میں ابتدائی مرحلے پر جو گفت و شنید ہوئی، اس میں یہ رویہ واضح طور پر نظر آ رہا تھا، دو مہینے سے ہم حتی الامکان مسلمانوں کے تمام مطالبات کی تکمیل کے راستے میں روڑے اٹکاتے رہے ہیں جن کو ہم جانتے تھے کہ بالآخر ہندوستان کو مسلم اور غیر مسلم حصوں میں منقسم کر دیں۔

مسٹر جیکر نے کہا کہ میں نے ایک متفقہ فیصلہ مسلمانوں کی منظوری کے لئے پیش کیا تھا، لیکن اس کا جواب صرف دس دن ہوئے موصول ہوا۔ مسٹر سرینواس، ہز ہائی نس آغا خان کی طرف سے ایک پیغام لائے تھے کہ مخلوط انتخاب کی بنا پر جو تصفیہ کیا گیا تھا، اُسے مسلمانوں نے قطعاً نامنظور کر دیا اور واضح کر دیا ہے کہ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب اور مسلم سرحدی صوبہ قائم کرنے کی بنیاد کے بغیر وہ کوئی مزید مفاہمت کرنے پر رضامند نہیں ہوئے۔ اس لئے ان شرائط پر گفت و شنید کو جاری رکھنا ناممکن ہو گیا۔ میں نے اس معاملے کو وہیں بند کر دیا اور کسی ایسی تجویز پر غور کرنے سے انکار کر دیا جس سے بقول علامہ اقبال شمالی ہند میں مسلم ریاست قائم ہو اور جس کا مقصد بالآخر باقی ہندوستان سے علیحدگی اختیار کر لینا ہو۔ گزشتہ دو ماہ کے دوران میں جو گفت و شنید ہوئی اس میں مسلمانوں کا رویہ ایسا رہا ہے کہ ہم میں سے اکثر کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ ہم حتی الوسع کوشش کریں گے کہ ہم مسلمانوں کو "پان اسلامک" نوعیت کی تمناؤں کو پورا کرنے کی اجازت نہ دیں اور مسلمانوں کی طرف سے ہندوستان کی

آرزوئے علیحدگی کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔ نئے دستور اساسی میں ملک کی آئندہ حیاتِ عامّہ میں جائز مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تحفظات کا مطالبہ کرنا دوسری بات ہے لیکن اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانے کے لئے مراعات کا مطالبہ کرنا اور بالآخر سرحد پر ایک مُسلم ہندوستان کا قائم کرلینا بالکل دوسری بات ہے۔"[۱]

ہندو رہنماؤں نے علامہ اقبالؔ کو نہ صرف گول میز کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار قرار دیا بلکہ مسلمانوں کے مطالبۂ آزادی کو بھی ناجائز کہا۔ اقبالؔ کا خطبۂ الہ آباد بھی ان کی تنقید کا نشانہ بنا۔ جس پر انقلاب نے لکھا:

"ہندوستان بھر میں شور مچ رہا ہے کہ علامہ اقبالؔ نے قومیتِ متحدہ کی جڑ پر کلہاڑا چلا دیا ہے مگر ہم ہندوؤں سے صاف صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اسلام وطنیت اور جغرافیائی قومیت کا مخالف ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانانِ ہند حرّیتِ ہند کے جہاد میں ہندوؤں کے پہلو بہ پہلو شریک ہونے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے اور یہ سمجھے تھے کہ ہندوستان کے آزاد ہو جانے کے بعد ہم بھی اسی طرح آزاد ہو جائیں گے جس طرح افغان افغانستان میں، ایرانی ایران میں اور ترک ترکی میں آزاد ہیں، لیکن ہندوؤں نے مسلمانوں کے حقوقِ آزادی کو تسلیم کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا اور ان کو جائز حقِ نیابت سے بھی محروم کر دینے کی کوشش کی۔ ایسی حالت میں کوئی خوددار مسلمان گوارا نہیں کر سکتا کہ اپنے آپ کو بحیثیت مُسلم فنا کر کے ہندوؤں کو "ہندو راج" کے قیام میں مدد دے اور سات کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو گاندھی، نہرو، مالوی اور مونجے کے حوالے کر دے۔

"مسلمان صاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جب تک انہیں اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کی پوری پوری محفوظیت اور اپنی کامل آزادی کے حصول کا یقین نہ ہو جائے گا، وہ حرّیتِ ہند کی کسی نام نہاد تحریک میں شامل ہونے کے لئے تیار

۱۔ انقلاب، ۴ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۔

نہیں ہوں گے۔ علامہ اقبال کے ارشادات کا خلاصہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں میں مدغم ہو کر نہیں بلکہ اپنی قومی ہستی کو قائم رکھ کر آزاد ہونے کا موقعہ دیا جائے، اور یہ مقصد علامہ ممدوح کے نزدیک صرف اسی طریق سے حاصل ہو سکتا ہے کہ شمالی ہند کے مسلمان اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو جائیں اور انگریز اور ہندو دونوں سے بے نیاز ہو کر اپنے مستقبل کی فکر کریں۔"[1]

آگے چل کر روزنامہ مذکور "علامہ اقبال پر ہندوؤں کے حملے" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"ہمیں تعجب ہے کہ علامہ اقبال نے وہ کون سی نئی بات کہہ دی ہے جس پر ساری ہندو دنیا چراغ پا ہو رہی ہے اب تک مسلمانوں نے آئندہ دستورِ حکومت کے متعلق اپنے جو مطالبات پیش کئے ہیں ان کی بنا صرف یہی تھی کہ آئندہ چونکہ ہندوستان ادارات جمہوریت سے آشنا ہونے والا ہے اور جمہوریت فی الحقیقت اکثریت کی حکومت کو کہتے ہیں اس لئے اقلیت کو اپنی حیثیت ہر اعتبار سے محفوظ کرا لینی چاہیئے ورنہ اکثریت اپنے زور افزوں اثر و اقتدار سے اقلیت کو نابود کر دے گی۔ سات کروڑ مسلمانوں کے آئندہ تحفظ کے لئے ضروری تھا کہ ہندوستان کے اندر توازنِ طاقت پیدا کیا جائے تاکہ کوئی اکثریت کسی اقلیت کو نابود نہ کر سکے۔ اس کے لئے عملی تجویز یہ پیش کی گئی کہ جس طرح اکثر صوبوں میں مسلمان اقلیت رکھتے ہیں اور ہندوؤں کو عظیم اکثریت حاصل ہے، اسی طرح پنجاب و بنگال میں مسلمانوں کو اکثریت کے مطابق حقوق دیئے جائیں، سندھ احاطہ بمبئی سے علیحدہ ایک مستقل صوبہ قرار پائے اور صوبہ سرحد کو بھی ہندوستان کے باقی صوبوں کے برابر دستورِ حکومت دیا جائے تاکہ ان علاقوں کی مسلمان اکثریتیں اپنی اکثریت کی وجہ سے وہی فوائد حاصل کر سکیں جو ہندو اکثریتیں اپنی اکثریت والے صوبوں میں حاصل

۱۔ انقلاب ۹ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۳۔

کر چکی ہیں

اگر مسلمانوں کے تمام مطالبات جو اقل قلیل مطالبات ہیں منظور کر لئے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پنجاب، صوبہ سرحد، بلوچستان اور سندھ میں وہ اپنی اکثریت کی وجہ سے غالب نہیں ہوں گے اور ہندوستان بھر کی ہندو اکثریت ان کے غلبہ و اقتدار میں دست اندازی نہ کر سکے گی۔ علامہ اقبال بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔ انہوں نے صرف اتنا اضافہ فرمایا ہے کہ" یہ اسلامی صوبے متحد ہو کر ایک اسلامی سلطنت کے قیام کا نصب العین اپنے سامنے رکھیں اور اکثریت کی صورت میں یہ نصب العین کسی طرح بھی غیر حق بجانب قرار نہیں دیا جا سکتا"[1]

علامہ اقبال کے خطبۂ الہ آباد کا مسلمانوں نے پُرجوش خیر مقدم کیا۔ مبارکباد کے خطوط بھیجے اور اپیلیں شائع کیں۔ فضل رسول خان آفریدی ایم اے، مولانا راغب حسن بی اے اور ایس ایم سلیم (کلکتہ) نے حضرت علامہ اقبال سے مندرجہ ذیل اپیل کرتے ہوئے لکھا:

"آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں حضرت علامہ اقبال نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا ہے اور ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ لیگ کے اسٹیج پر یہ سب سے پہلی" زندہ آواز" ہے جس نے اتنی صفائی، جرأت اور حکمت و تدبر کے ساتھ قومیت ہند کے اصلی تصور، ہندوستان میں اسلام کے نصب العین اور مشن، نیشنل ازم اور مسئلۂ عالم، چرچ اور اسٹیٹ، تجزیۂ دین و سیاست، نیشنل ازم اور کیمونل ازم وغیرہ مسائل مہمہ پر بصیرت افروز بحث کی ہے۔ جہاں تک ہم مسلمانانِ ہند کا تعلق ہے، اس خطبہ نے ہندوستان میں اسلامی نصب العین کو سب سے پہلی بار کچھ وضاحت اور تعیین کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ ابھی مزید

۱۔ انقلاب، ۱۱ جنوری ۱۹۳۱ء، صفحہ ۳۔ نیز ملاحظہ ہو انقلاب، ۲۰ جنوری صفحہ ۳، و ۲۱ جنوری (صفحہ ۳) ۱۹۳۱ء۔

وضاحت اور تفصیل کی سخت ضرورت ہے لہٰذا ہم "جوانانِ نونیاز" "ھل من مزید" کی صدا لگاتے ہیں اور حضرت علامہ اقبالؔ سے نہایت دردمندانہ اور مخلصانہ اپیل، اسلام، ہندوستان اور انسانیت کے نام پر کرتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد ایک مستقل رسالہ یا کتاب " ہندوستان میں اسلام کا نصب العین اور مشن" تحریر فرمائیں۔ اس میں خطبہ الہ آباد کے نظری حصہ کی مزید توضیح اور تفسیر فرمائیں اور زمانۂ حاضر میں اسلام، دنیائے اسلام اور ہندوستان جدید کے لئے کیا مخصوص روحانی، معاشی، سوشل اور سیاسی آئیڈیلز رکھتا ہے، اور کیا خاص پیام، دعوت اور روشنی دینے کا مدعی ہے۔ اس کو پوری تفصیل اور قوت کے ساتھ پیش فرمائیں تاکہ ان تمام غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی تردید ہو جائے جو اعدائے اسلام اور اعدائے انسانیت نے خطبہ کے بارے میں اتنی کثرت سے پھیلائی ہیں۔

اس اہم ضرورت کے پورا کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم مسلمانانِ ہند کو اپنا نصب العین معلوم ہو جائے گا اور ہم باوجود اپنے ملک کے سچے بہی خواہ اور سچے محب وطن ہونے کے اپنی عالمگیر اسلامی فردیت اور تہذیبی وحدت کو نہ صرف محفوظ رکھ سکیں گے بلکہ دُنیا کی فلاح و نجاح کے لئے ان کو نمونہ دینے کے لائق بنیں گے۔ ابھی حالت بہت ابتر ہے۔ ہم کو خود اپنی منزل اور اپنے گھر کی خبر نہیں ہے۔" [۱]

علامہ اقبالؔ کے خطبۂ الہ آباد پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے جناب عبدالرب وکیل الہ آباد لکھتے ہیں:

" علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ نے مسلم لیگ کی صدارت فرماتے ہوئے جو خطبہ ارشاد فرمایا ہے، وہ نہ صرف نہایت فصیح و بلیغ اور فلسفیانہ ہے بلکہ ایک سچے اور پُر خلوص مسلم کے جذبات کا آئینہ ہے۔ تا ایں دم باستثناء مولوی یعقوب حسن صاحب مسلم دُنیا نے اس کو نہایت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے جذبات کا ترجمان سمجھا ہے۔ سچی

۱۔ انقلاب، ۱۴ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۔

باتیں اکثر کڑوی ہوتی ہیں غالباً اسی وجہ سے اخبار "لیڈر" کے نامہ نگار مقیم لندن تحریر فرماتے ہیں کہ "سر اقبال کے اس حملہ کے خلاف جو انہوں نے حکومت ترکیبی کے خیال اور ہندوستانی والیانِ ملک پر جو اس خیال کو نشو و نما دے رہے ہیں، کیا ہے، برطانوی و نیز ہندوستانی حلقہ میں غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے (لیڈر ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء) ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے معاملات کو ان کے اصل رنگ میں دکھانا ناگزیر تھا۔ ایسا کرنے میں سر اقبال نے جس اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ قابلِ تحسین ہے۔

سر اقبال کا مقصد یہی ہے کہ باشندگانِ ہندوستان کو حقیقی نظامِ حکومت ترکیبی ملنا چاہیئے جس میں مسلمانوں کا شمار بطور ایک علیحدہ سیاسی جماعت کے ہونا ضروری ہے۔ محض نام کی حکومت ترکیبی بیکار ہے۔ برادرانِ وطن چاہے جتنے زور سے وطنیت اور قومیت کے نعرے بلند کریں مگر ہر وہ شخص جس نے غور و فکر کے ساتھ ہندوستان کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندوستان میں اتنی مختلف زبانیں، اتنے مختلف مذاہب، اتنی مختلف قومیں آباد ہیں کہ ان کو ایک ہی قومیت کے شیرازہ میں جکڑنا قطعی ناممکن ہے۔ پس ہر قوم کی بقاء اور حفاظت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ راجگان کے شامل ہونے سے برادرانِ وطن کی تعداد مرکزی حکومت میں یقیناً بہت بڑھ جائے گی۔ ایسی صورت کو دیکھتے ہوئے سر اقبال کا اپنی قوم کی حفاظت کے لئے آواز اٹھانا بے جا نہ تھا نہ اس پر کسی کو خفا ہونا چاہیئے۔" [۱]

جناب محمد شریف بی اے۔ ایل ایل بی وکیل، سیکرٹری مسلم لیگ منٹگمری نے "تنظیم قوائے ملّیہ کی فوری ضرورت" اور علامہ اقبال کے "نصب العین" پر عمل پیرا ہونے پر زور دیتے ہوئے کہا:

"شمالی ہند میں ایک مضبوط "اسلامی ریاست" اس طور پر قائم کر دی جائے کہ آبادی کے لحاظ سے اس کا غالب عنصر مسلمان ہوں۔ اگر یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر

۱۔ انقلاب ۱۷ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۲۔

معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے جو حقوق ہندو دوسرے صوبوں میں مسلمان اقلیتوں کو دیں، وہی حقوق اسلامی صوبے میں ہندوؤں کو حاصل ہوں۔ ملک کا سیاسی توازن بھی قائم رہے گا اور مسلمانوں کا یہ خوف بھی مٹ جائے گا کہ ہندو ان کی تہذیب اور ہستی کو بتدریج آہستہ آہستہ مٹانے کی کوشش کریں گے۔ مسلمانوں کی زبان، ان کا تمدن اور ان کا مذہب محفوظ ہو جائے۔ میرے نزدیک یہی ایک سیدھا سادہ اور اطمینان بخش علاج ہے، جو ہندوستان کی آئندہ مشکلات کا حل ہو سکتا ہے۔ گول میز کانفرنس میں جو فیصلے ہوئے ہیں، وہ محض ایک وقتی حیثیت رکھتے ہیں۔ مختلف گروہوں اور مندوبین کا یہ حق ہے کہ اگر وہ سمجھیں کہ انہوں نے غلطی کی ہے تو صاف کہہ دیں کہ انہیں یہ فیصلہ منظور نہیں۔ اب مسلم مندوبین کو کانفرنس میں نہایت اعلانیہ کہہ دینی چاہیے کہ مسٹر جناح کے چودہ نکات کافی نہیں ہیں۔ اب مسلمانوں کے خیالات دوسری طرف پلٹا کھا چکے ہیں اور ہماری تجویز وہی ہے جو ڈاکٹر سر محمد اقبال نے پیش کی ہے۔

یہ عملی تجاویز میری رائے میں مسلمانوں کی موجودہ حالت اور مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ضروری ہیں اور انقلاب کے ذریعے سے میں یہ تحریک کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ان پر عملی کارروائی جلد سے جلد ہونی چاہیے۔ مسلمانوں کو ڈاکٹر سر محمد اقبال والا مطالبہ یعنی مسلمانوں کے لیے شمالی ہند میں "اسلامی ریاست" کا نصب العین نہایت شدومد کے ساتھ اخبارات اور انجمنوں کے ذریعے سے پیش کرنا چاہیے اور تمام مسلمانوں میں یہ عام احساس پیدا کیا جائے کہ وہ اس کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر وہ اپنی نیند سے بیدار نہ ہوئے تو مستقبل قریب میں ہی ان کی ہستی خطرے میں پڑ جائے گی اور ان کو اس ملک میں ضابطہ غلامی کی زندگی گزارنی پڑے گی۔[۱]

۱- انقلاب ۲، اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ ۲